# مدارس اور عصری تعلیم کا فرق......؟

مشتاق احمد قریشی

گزشتہ ہفتے ہماری ملاقات ایک شخصیت سے ہوئی، اُن کے قول کے مطابق مملکت خداداد پاکستان میں تقریباً تین سے چار لاکھ افراد دینی مدارس میں تعلیم حاصل کر کے ہر سال معاشرے کا حصہ بنتے ہیں لیکن اُن کی تعلیم ایسی ہوتی ہے کہ وہ عام معاشرے میں پھیلی ہوئی ملازمتیں نہیں کر سکتے کیونکہ وہ عصری تعلیم سے نابلد ہوتے ہیں۔ مدرسے سے نکلنے والا یا تو مولوی بنتا ہے، امام بنتا ہے یا مؤذن اور مساجد کا یہ عالم ہے کہ وہاں پہلے سے کسی نہ کسی امام یا مؤذن کا قبضہ ہوتا ہے تو یہ نئے آنے والے کہاں جائیں پھر یہ ہوتا ہے کہ کسی مسجد کے قریب ہی جو خالی جگہ نظر آتی ہے اُس پر راتوں رات قبضہ کر کے مسجد کی تعمیر ہو جاتی ہے یوں ایک مؤذن اور ایک امام کی روزی کا بندوبست ہو جاتا ہے کیونکہ ان مدارس سے نکلنے والے یہ طلباء اور تو کچھ کر نہیں سکتے۔

ان کے اس قول کے بارے میں ہم نے کافی سوچا اور خود اپنا بھی جائزہ لیا ہم نے اپنے بچوں کی اعلیٰ عصری تعلیم کا بندوبست کیا کیونکہ ہماری اہلیہ کی خواہش تھی کہ ان کے لخت جگر دنیا میں سرخرو ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ ترین تعلیم حاصل کر کے معاشرے میں اپنا مقام بنائیں اور دنیا میں اپنا نام روشن کریں لیکن افسوس ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی، مشنری اسکولوں میں پڑھنے والے یہ بچے نہ تو عیسائی بن سکے نہ ہی پوری طرح مسلمان، ہاں آدھے تیتر آدھے بٹیر ضرور بن گئے پھر ان کو مسلمان بنانے کے لیے جو جدوجہد کرنا پڑی اُس کا تو ذکر ہی کیا، اُس عصری اعلیٰ تعلیم نے انہیں بلند مقام تو کیا کسی مقام کا ہی نہیں رہنے دیا کیونکہ ان درس گاہوں سے فارغ ہونے والے ہمارے جیسے متوسط طبقے کے افراد جو اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اپنے حلق سے نوالہ چھین کر ان بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے صرف کرتے رہتے ہیں انہیں اس وقت پچھتاوا ہوتا ہے جب اُن کا لعل، اُن کا لخت جگر تعلیم حاصل کرنے کے بعد نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا، چھوٹی موٹی ایسی ویسی نوکری اُس کی سمجھ میں نہیں آتی اور بڑی اور اہم نوکری کے لیے اس کا بیک گراؤنڈ ایسا نہیں ہوتا کہ اُسے بغیر سفارش کے کہیں ڈھنگ کی ملازمت مل سکے کیونکہ نوکر شاہی کے افراد پہلے سے اپنے بچوں کے لیے بندوبست کر کے رکھتے ہیں یا اعلیٰ گھرانوں کے افراد تو خود اپنی آپ سفارش ہوتے ہیں۔ پبلک سروس کے امتحانات میں اگر متوسط طبقے کے نوجوان کسی طرح کامیابی حاصل بھی کر لیں تو اُن کی عمریں انتظار ہی میں بیت جاتی ہیں اور بیروزگاری میں اُن کی اعلیٰ تعلیم ان کی کچھ مدد کرنے کی جگہ آڑے آجاتی ہے، ماں باپ جنھوں نے مشکل وقت گذار کر آنے والی صبح کے انتظار اور انتظام میں اپنا

سب کچھ لٹادیا ہوتا ہے، وہ الگ دباؤ ڈال رہے ہوتے ہیں کہیں ملازمت تلاش کرو یا وہ خود جو کوشش کر رہے ہوتے ہیں وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ صاحبزادے کے معیار کے مطابق نہیں ہوتی اور وہ کچھ نہ کچھ کرنے کی جگہ بیروزگار رہنا بہتر سمجھتا ہے۔

جب کہ ان مدارس سے فارغ ہونے والے طلباء جو ذہانت میں عصری تعلیم یافتہ سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں انہیں نہ تو مزید علم حاصل کرنے اور نہ کوئی کمتر یا برتر کام کرنے میں عار محسوس ہوتی ہے، وہ طلباء جو صرف دینی تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوجاتے ہیں وہ بھی کسی مسجد کا امام یا مؤذن بننے کے بجائے عصری تعلیم حاصل کرنے والے ایسے بچوں کو جن کے والدین انہیں دین کی تعلیم دلانا چاہتے ہیں، قرآن کریم پڑھوانا چاہتے ہیں، انہیں ٹیوشن پڑھاتے ہیں، اس طرح وہ ہم خرمہ وہم ثواب کے مصداق روزی روٹی بھی کماتے ہیں اور قرآنی تعلیم دے کر ثواب بھی حاصل کرتے ہیں جب کہ عصری تعلیم کا حامل اپنی اہلیت وقابلیت کے مطابق نوکری کے حصول کے پھیر میں رہتا ہے اور اکثر درمیانے درجے کی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان بیروزگاری سے مایوس ہوکر غلط راستوں پر چل پڑتے ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق معاشرے سے اپنا حق وصول کرنے لگتے ہیں اگر تھوڑا سا سوچیں اور غور کریں تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوسکتا ہے۔

بچہ جب دو سے ڈھائی سال کا ہوتا ہے تو والدین ان کی تعلیم کی فکر کرتے ہوئے اُسے نرسری میں داخل کرادیتے ہیں بچہ نرسری کے مراحل دو سال میں پورے کر کے تقریباً ساڑھے چار سال کی عمر میں کے جی میں آجاتا ہے یہاں بھی اُسے دو سال کا عرصہ گزارنا ہوتا ہے تب تک اُس کی عمر چھ سے تقریباً سات سال ہوچکی ہوتی ہے اب اس کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوگا یعنی پرائمری کی پہلی جماعت میں آجائے گا۔ عصری تعلیم کے اس نظام کی نسبت جب بچہ چار سال کا ہوتا ہے تو وہ کسی دینی یا مذہبی درس گاہ جسے عرف عام میں مدرسہ کہا جاتا ہے میں داخل ہوتا ہے یہاں وہ تقریباً چار سال میں قرآن کریم حفظ کرلیتا ہے یعنی حافظ قرآن ہوتے ہوئے اس کی عمر آٹھ سال اور اگر کمزور یا ذہنی طور پر کسی قدر کمزور ہو تو نو سال کی عمر تک قرآن کریم حفظ کرلیتے ہیں یعنی حفاظ بچے کے ذہن کے خانے قرآن کریم کی برکت سے اس قدر منور اور روشن ہوجاتے ہیں اور اُس کی یادداشت اتنی قوی اور تیز ہوچکی ہوتی ہے کہ اس کے لیے اب عصری تعلیم کے سلیبس کو بآسانی یاد کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا کچھ مدارس ایسے ہی ہیں جو حفظ قرآن کریم کے بعد ایک سال میں بچے کو پہلی تا پانچویں کلاس کا نصاب ازبر کرادیتے ہیں۔ حافظ بچہ براہ راست پانچویں کلاس سے اپنی عصری تعلیم کا آغاز کرتا ہے اگر ہم ذرا سا غور کریں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے کھل کر آجاتی ہے جو بچہ صرف آٹھ یا نو سال کی عمر میں قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کو تمام تر جزئیات کے ساتھ یاد کرلیتا ہے تو پھر ان نصابی کتب کو یاد کرنا اس کے لیے کیا مشکل رہ جاتا ہے اُسے نہ تو کسی رٹے کی ضرورت رہتی ہے نہ ہی کسی اور طریقے کی جو عام طور پر کثرت سے عصری تعلیم کے طلباء میں رائج ہیں، یہ بچے تھوڑی سی محنت سے پوری پوری کتاب یاد کرلیتے ہیں اور امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں، ایسے ہی دنیا کے دیگر امور میں وہ اپنی ذہانت کو بروکار لاتے ہوئے اپنے مدمقابل سے کہیں بہتر اور تیزی سے نہ صرف فیصلے کرتے ہیں بلکہ ان کے مقابلے میں بازی لے جاتے ہیں۔ دور جدید میں کمپیوٹر جو خود ذہن انسانی کی پیداوار ہے اس میں

یادداشت محفوظ کرنے کا طریقہ عام ہے اُس میں ہارڈ ڈسک میں جتنی چاہیں فائلیں محفوظ کرتے چلے جائیں اور وقتِ ضرورت انگلی کی ایک جنبش سے آپ اُسے اپنے سامنے لاسکتے ہیں تو ذرا سوچیں کہ ذہن انسانی کی ایک معمولی سی تخلیق کا یہ عالم ہے تو خود انسانی ذہن کا کیا عالم ہوگا اس میں محفوظ ہوجانے والا قرآن حکیم جو اک دو نہیں لاکھوں سینوں میں محفوظ ہے۔اس کی کوئی توجیہ ہوگی، کیا یہ انسانی ذہن کی یادداشت کا کرشمہ نہیں ہے اور جو شخص یا بچہ قرآن جیسی ضخیم کتاب کو ازبر یاد کرسکتا ہے پھر اُس کے لیے یہ سو دوسو صفحے کی کتابوں کو یاد کرنا اور یاد رکھنا کیا مشکل رہ جاتا ہے۔

میرے دو بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بچوں کو ایک جدید اسکول میں داخل کرایا اور دوسرے نے ایک دینی مدرسے میں۔دونوں کے بچے ہم عمر تھے تقریباً چار پانچ ماہ کا فرق تھا۔عصری تعلیم حاصل کرنے والے بچے کے لیے ٹیوشن کا بندوبست بھی تھا۔ماں باپ بھی پوری توجہ دے رہے تھے اُس کے باوجود ہر سال بس کامیاب ہوجاتا کسی نمایاں خاص پوزیشن کے بغیر جب کہ حفظ قرآن کرنے والے بچے نے چار سال میں قرآن کریم حفظ کیا اور ایک سال میں پہلی تا پانچویں کلاس کا نصاب مکمل کرکے امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کرکے پانچویں کلاس میں اچھے اسکول میں داخلہ لے لیا اب دونوں بچے یکساں کلاسوں میں آگے ہیں جب کہ حافظ قرآن بچہ عصری تعلیم میں بھی نمایاں کامیابیاں حاصل کررہا ہے پہلے سے عصری تعلیم حاصل کرنے والا بچہ بس غنیمت ہے اس کے مقابلے میں مدرسے کے بچے کا حساب اور انگریزی ،سائنس، معاشیات سب سے بہت بہتر ہیں۔اب زمانہ بدل رہا ہے مدارس میں پہلے اپنے بچوں کو وہ لوگ بھیجا کرتے تھے جو عصری تعلیم کے اخراجات کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتے تھے تو مجبوراً اپنے بچوں کو اسکول کی جگہ مدرسے میں داخل کیا کرتے تھے لیکن ادھر دس بارہ سالوں میں بڑی حیرت انگیز اور مسرت آمیز تبدیلی آئی ہے کہ اب صاحب ثروت، صاحب حیثیت افراد اپنے بچوں کو دینی درس گاہوں میں پڑھوا رہے ہیں شاید یہ تبدیلی ان مشنریز انتظامیہ کو پسند نہ ہو کہ ہمارے مذہبی مشنوں کے مقابلے میں اسلامی مشنریز کیسے قدم جمارہی ہیں شاید اس باعث ہی ہمارے دینی مدارس کی مخالفت اسلام مخالف ممالک کررہے ہیں اور ہماری درس گاہوں پر انتہا پسندی اور ایک قدم آگے بڑھ کر دہشت گردی کا الزام عائد کررہے ہیں خود اگر ان کے گریبانوں میں جھانکا جائے تو کیا وہ خود مذہبی انتہا پسندی اور مذہبی دہشت گردی کا مظاہرہ نہیں کررہے،ان کا اپنے لیے پیمانہ اور ہے، مسلمانوں کے لیے اور......؟

☆☆☆

اقوال زریں

☆ــــ وہ ولی نہیں جو نبی کی طریق پر نہیں۔☆ــــ کسی کا عیب کھولنا یا تلاش کرنا بدترین خصلت ہے۔☆ــــ بدگمانی تمام عیوب کی جڑ ہے۔☆ــــ علم کی زندگی سوال اور عمل ہے۔☆ــــ اعتراض کا منشا جہالت ہے۔خلوت بہ قلب ہوتی نہ الگ بیٹھ جائے۔☆ــــ اصل کام ہے نام نہیں، نام تو کام کے تابع ہے۔☆ــــ لالچی آدمی ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔☆ــــ جو شخص حلیم نہیں وہ ذلیل ہے۔ ☆ــــ بہادری کا اظہار تو آسان ہے مگر موقع پر بہادر رہنا مشکل ہے۔